Vol. 7 No.1 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

نیلے پربتوں کے اُس پار: تعارف و تجزیہ

Neela Parbtoon K Us Paar: Introduction and Analysis

*ڈاکٹر عبدالرحیم

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور

**ڈاکٹر وقار سلیم رانا

سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، سمن آباد، فیصل آباد

***ڈاکٹر محمد امجد عابدؔ

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract

Travel not only imparts knowledge to man but also brings happiness to the faces that are withered by monotony. It gives spiritual maturity as well as wealth of satisfaction to dead hearts. Therefore, in the contemporary era, the genre of travelogues has developed significantly and readers of literature have given it a lot of attention. The travelogue has been critically evaluated in the article under discussion. The authors have also written about the writing style. It is concluded that the travelogue under consideration is an important travelogue of the present era.

Key Words: Travelogue, Ubaid Sarmad, Observations, Experiences, Scenario, Style, Quaid-e-Azam University, Combination, Facts

کلیدی الفاظ: سفر نامہ، عبید سرمد، مشاہدات، تجربات، منظر نامہ، اسلوب، قائدِ اعظم یونیورسٹی، امتزاج، حقائق

سفر کبھی انسان کو معلومات فراہم کرتا ہے تو کبھی یکسانیت سے مرجھائے ہوئے چہرے پر خوشیاں بکھیرنے کا باعث بنتا ہے۔ کہیں مادیت پرستی کے ستائے اور روزمرہ کی مصروفیت میں کھوئے ہوئے انسان کو خود سے ہم کلام ہونے کا جواز مہیا بھی کرتا ہے۔ اس سے جہاں روحانی بالیدگی میسر آتی ہے وہاں پژمردہ دلوں کو تسکین کی دولت بھی ملتی ہے۔ کہیں گل پوش راہوں پر ہمراہی کے ثبت نقش قدم فروزاں ہو جاتے ہیں تو کہیں بکھرے ہوئے قہقہوں کے زمزمے اپنی جانب بلانے، ماضی کی بُھولی بسری یادوں کو تازہ کرنے، ناتمام آرزوؤں، نارسائی کے زخموں، درد و کرب میں الجھی زندگی اور ان مٹ سانحوں سے معمور روح کو از سرِ نو ترتیب دینے کا باعث بھی بنتے ہیں۔ بقول احمد فرازؔ:

؎ ٹوٹا تو ہوں مگر ابھی بکھرا نہیں فرازؔ

میرے بدن پہ جیسے شکستوں کا جال ہوا[1]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سفر آ گہی، عرفانِ ذات اور روحانی بالیدگی عطا کرنے کے ساتھ ساتھ مادیت پرستی، بے زاری اور بے کیف زندگی کو سرشار و جاوداں کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے۔ اسی لیے دورِ حاضر میں سفر ناموں کی صنف نے خاصی ترقی کی ہے اور ادب کے قارئین کی ایک وسیع تعداد نے اسے نگاہِ التفات سے نوازا ہے۔ سفر نامے کی تعریف سے متعلق نفیسہ حق کا کہنا ہے کہ :

> "سفر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مسافت طے کرنا، سیاحت کے لیے نکلنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہونے کے ہیں۔۔۔ "نامہ" فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں خط، فرمان یا مجموعی طور پر تحریر شدہ عبارت۔ اس لیے اردو کے علما نے عربی سے اور نامہ فارسی سے لے کر سفر نامہ کی اصطلاح وضع ہے۔ اردو میں سفر نامہ رُودادِ سفر یا شعری تجربات، مشاہدات کو رقم کرنے کے ہیں۔" [۲]

سفر نامے کی معنوی تعبیر کے ساتھ اس کی تعریف کا جاننا اس لیے از حد ضروری ہے تا کہ اس کے ممکنہ امکانات کو بھی مدِ نظر رکھا جائے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید کا موقف ہے کہ :

> "سفر نامے کا شمار اردو کی بیانیہ اصناف میں ہوتا ہے۔ سفر نامہ چونکہ چشم دید واقعات اور مشاہدات پر لکھا جاتا ہے اس لیے سفر اس کی اساسی شرط ہے۔ بادی النظر میں سفر کے ساتھ انجانے دیسوں کی سیر، نئی فضاؤں سے واقفیت اور انوکھے مناظر کے مشاہدے کا تصور وابستہ ہے۔۔۔ سفر کی نوعیت خواہ کیسی ہو سیاح یا مسافر اس بات کے آرزومند ہوتے ہیں کہ وہ تجربات، سفر سے زیادہ آگہی حاصل کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔" [۳]

سفر نامہ محض حالات و واقعات کا بے کیف منظر نامہ نہیں ہوتا اس کے لیے بہت سی چیزیں درکار ہوتی ہیں جو اس کی اہمیت کو بڑھاتے ہوئے اس میں حقیقت نگاری کو فروغ دیتی ہیں یہاں تک کہ وہ سفر ایک فرد کے سفر سے بڑھ کر قارئین کی ایک وسیع تعداد کے دلوں کی دھڑکن اور عوام میں زبان زدِ عام کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ سفر نامے کے انھی معیارات کے تناظر میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی بیان کرتے ہیں کہ :

> "اچھا سفر نامہ وہ ہے جس میں مشاہدے کی گہرائی، ثقافتی مطالعے کا سلیقہ، اختلافات کے باوجود بنی نوانسان کی اساسی وحدت کا شعور اور اجنبی دیار و امصار کی زندگی کا ایسا صحیح تعارف شامل ہو جو مبنی بر صداقت ہونے کے علاوہ قارئین کے لیے دلچسپ، خیال انگیز اور بصیرت افروز ہو۔" [۴]

عبید سرمد کا سفر نامہ "نیلے پربتوں کے اس پار" بھی محولہ بالا مشاہدے کی گہرائی اور زندگی کے منظر نامے سے متعلق بہت سے حقائق کا آئینہ دار ہے۔ یہ ۱۹۲ صفحات کو محیط ہے جسے سہولت کی خاطر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنھیں سفر ناموں سے تعبیر دی گئی ہے۔ پہلا ٦٦، دوسرا ٠٨ اور تیسرا ۹۷ صفحات پر مبنی ہے۔ پہلا آغازِ ملازمت کی تربیت کے ساتھ اسلام آباد اور شمالی علاقہ جات کے دل کش مناظر کی خوب صورت یادوں کا پُر لطف بیانیہ ہے جو خواب آور و خواب ناک ہونے کے ساتھ ساتھ چشم کشا واقعات و تاثرات سے لبریز بھی ہے۔ دوسرا سفر نامہ اگرچہ پہلے اور تیسرے کی نسبت خاصا مختصر ہے لیکن سب سے زیادہ جان دار، کٹھن اور ناسٹلجیائی جذبوں کا امین بھی ہے۔ انسان ہفت آسمان بھی چھو لے لیکن اس کی جڑیں اُسی مٹی اور اسی خطے میں ہمیشہ پیوست رہتی ہیں جہاں سے اُس کا خمیر اُٹھا ہو۔ اس حصے میں اختر الایمان کی شاہ کار نظم "لڑکا" کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے۔ بقول اختر الایمان:

Vol. 7 No.1 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

مجھے اک لڑکا آوارہ منش آزاد سیلانی
مجھے اک لڑکا جیسے تند چشموں کا رواں پانی
نظر آتا ہے یوں لگتا ہے جیسے یہ بلائے جاں
مرا ہم زاد ہے ہر گام پر ہر موڑ پر جولاں
اسے ہم راہ پاتا ہوں یہ سائے کی طرح میرا
تعاقب کر رہا ہے جیسے میں مفرور ملزم ہوں
یہ مجھ سے پوچھتا ہے اخترالایمان تم ہی ہو
یہ لڑکا پوچھتا ہے جب تو میں جھلا کے کہتا ہوں
وہ آشفتہ مزاج اندوہ پرور اضطراب آسا
جسے تم پوچھتے رہتے ہو کب کا مر چکا ظالم
اسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا
اسی کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں
میں اس لڑکے سے کہتا ہوں وہ شعلہ مر چکا جس نے
کبھی چاہا تھا اک خاشاک عالم پھونک ڈالے گا
یہ لڑکا مسکراتا ہے یہ آہستہ سے کہتا ہے
یہ کذب وافترا ہے جھوٹ ہے دیکھو میں زندہ ہوں ۵

یہ سفر نامہ فنا ہوتے ہوئے لمحات، دنیا سے رخصت ہوئے افراد اور ان مٹ اور لازوال محبتوں کا نوحہ بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ وُہ شخص عبید سرمد کے روپ میں اپنے وطنِ مالوف کی طرف مراجعت سے ہم کنار ہوتا ہے تو اس کا سب سے پہلے سامنا اپنے ہم زاد سے ہوتا ہے۔ اس حصے کو ڈی کوڈ (Decode) کرنے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کبھی اپنے خطے سے دوری ،بظاہر لاتعلقی اور اسے نظر انداز کیے جانے پر اس کا ہم زاد نہ صرف اس سے ناراضی کا اظہار کرتا ہے بل کہ کبھی اس سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور کہیں کہیں گریے کی کیفیت سے دوچار بھی کرتا ہے۔ اور کبھی روح کے لازوال زخموں پر مرہم رکھ کر کروٹ کروٹ بے چین زندگی کو سکھ پہنچاتا بھی نظر آتا ہے۔ اگرچہ یہ صرف ۸ صفحات کی سرگزشت ہے لیکن یہ تمام تر زندگی کو محیط ہے۔ جنھیں قلم بند کرنے کے لیے مصنف نے اچانک قلم چھوڑ کر اپنی انگلیوں کو خونِ دل میں ڈبو کر لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے لیے دردمند دل اور باطنی آنکھ کی بے داری درکار ہے جو انسان کو قطرے میں دجلہ اور دجلے میں قطرے کی شناخت کرنے کے قابل بناتی ہے۔ میری متذکرہ بالا گفت گو کو لاف زنی پر محمول کرنے سے پیش تر درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں تو آپ بھی اُس نقطہ نظر کے قائل ہو جائیں گے۔

"جب میں اُن قدیم اونچی گلیوں میں جا رہا تھا تو گہرے گندمی رنگ کا صاف جلد اور سوچتی انکھوں والا ایک تیرہ سالہ لڑکا بھی میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جو ماضی کے دھندلکوں سے نکل کر چپکے سے میرے ساتھ ہو لیا ۔۔۔۔ میں ایک دکان میں داخل ہوا۔ دکاندار اُٹھ کر ملا صرف داڑھی سیاہ سے سفید ہو گئی تھی۔ باقی وہی کا وہی تھا۔ میں نے کہا پہچانا۔ اس نے عجیب بات کی۔ کہنے لگا۔ پتہ نہیں کتنے سو دفعہ تم مجھ سے کالی سیاہی کی پُڑیاں ،ریوڑیاں ، غبارے لینے آئے ہو۔ مجھے تو وہ دن بھی یاد ہے جب تم پہلی مرتبہ اپنے ماموں کی انگلی پکڑے یہاں پکی کا قاعدہ لینے آئے تھے۔ میرا گلا آنسوؤں سے رندھ گیا، میں تیزی سے باہر نکلا۔ لڑکا میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا، وہ میرا بڑا ہو۔ مجھے بچہ سمجھ کر چپ کراتے ہوئے، میرا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہو۔"٦

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

تیسرا سفر گریڈانیس کی ترقی سے منسلک ہے جس کا اہتمام ایم۔پی۔ڈی۔ڈی کے ادارے کی طرف سے کیا گیا ہے۔یہ سفر تو انھی راستوں، جگہوں، روشوں اور مناظر کا ہے لیکن ہر بار اس کی معنویت پہلے سے دوچند ہو جاتی ہے۔ان تین سفر ناموں کے بین السطور ایک چوتھا سفر نامہ بھی موجود ہے جو ان سفر ناموں کا پیش خیمہ ہے۔وُہ قائدِ اعظم یونیورسٹی کے سپوت "قائدین" ہوتے ہوئے اپنے دوستوں، کلاس فیلوز اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ تکمیل پذیر ہوا ہے۔اسی سفر کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے قائدِ اعظم یونیورسٹی کے ڈھابے پر کھانا کھانا، ہوسٹل کے معمولات سے بھرپور زندگی کا مشاہدہ کرنا اور آخر میں اپنے دست یاب دوستوں سے ملاقات اور زمانۂ طالب علمی کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے ان پر اس کا اختتام کرنا اسی چوتھے سفر کی موجودگی کا بین ثبوت ہے۔یہ سفر نامہ چوں کہ ناسٹلجیائی جذبوں کا امین ہے۔اس میں جہاں اختر الایمان کی نظم "ایک لڑکا" کی یاد تازہ ہوتی ہے۔اس کے ساتھ اس سفر نامے میں ولیم بلیک کی نظم "The Echoing Green" کی جھلکیاں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

"Old John, with white hair
Does laugh away care,
Sitting under the oak,
Among the old folk,
They laugh at our play,
And soon they all say.
'Such, such were the joys.
When we all girls & boys,
In our youth-time were seen,
On the Echoing Green.'
Till the little ones weary
No more can be merry
The sun does descend,
And our sports have an end:
Round the laps of their
m o t h e r ,
Many sisters and brothers,
Like birds in their nest,
Are ready for rest;
And sport no more seen,
On the darkening Green." ۷

اس سفر نامے کی فکری جہت کے بعد اس کے اسلوب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں اسلوب کی جادوگری نے بھی اس کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔اسلوب بھی وہ بنیادی عنصر ہوتا ہے جو کسی خیال کی ادائیگی میں اپنا بنیادی کردار ادا کرتے ہوئے اسے جاذبیت عطا کرتا ہے اور اسی کی بنیاد پر بات کا لہجہ اور آہنگ نہ صرف قابل قدر بلکہ توجہ کا باعث بھی بنتا ہے۔اس طرح اسلوب کی دلکشی ہی کسی فن پارے کی پذیرائی اور مقبولیت کی راہ ہموار کرتی ہے۔اس ضمن میں سیف الدین سیف کے ایک شعر کا حوالہ بے محل نہ ہوگا:

سیف اندازِ بیاں رنگ بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں ۸

انسان کسی واردات، واقعے، سانحے یا کسی منظر نامے سے اثر قبول کرتے ہوئے خارجی عناصر کے ساتھ ساتھ اپنی داخلی کیفیات کو شامل کرتے ہوئے جو بیانیہ اختیار کرتا ہے اسے اسلوب کا نام دیا جاتا ہے۔اس ضمن میں ممتاز حسین لکھتے ہیں کہ:

"اسلوب اس نقش کا نام ہے جو شخصیت تحریر میں چھوڑتی ہے ۔۔۔۔اپنے نقش کو انسان اس وقت مرتسم کرتا ہے جب کہ وہ اندازِ بیاں کے تمام مستعار اسلوبوں سے درگزر کرتا ہے۔" ۹

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

تنقیدی اصطلاحات کی توضیحی لغت میں ڈاکٹر سلیم اختر اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

"اس کی سادہ اور مختصر ترین تعریف کسی شاعر یا نثر نگار کا مخصوص انداز نگارش کی جا سکتی ہے۔اس لیے اسلوب اگر اچھے شاعر یا اچھے انشاپرداز کی شناخت کا باعث بنتا ہے تو دوسری طرف بعض اوقات قلم کار کی شخصیت کا مظہر بھی ثابت ہو سکتا ہے"۔۱۰

اس سفر نامے میں جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ مصنف کا عام فہم اور سلاست و روانی سے بھرپور اسلوب بیان ہے۔اس میں بوجھل اور نامانوس الفاظ نہیں ملتے جس کے باعث قارئین تحریر کی روانی میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ اسے پڑھتے چلے جاتے ہیں اور بات کتاب کے اختتامیہ تک جا پہنچتی ہے۔اس باب میں ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"لاہور کی وہ حبس کردہ صبح ہمیں بہت خوشگوار لگ رہی تھی ۔دراصل ہمارے اندر کا موسم بہت سہانا ہو رہا تھا۔آج ایک بار پھر ہم نے پُرفسوں شمال کے لیے رختِ سفر باندھا تھا۔کیا کیا یاد آ رہا تھا؟ شمال کے نیلگوں پہاڑ، سرد ہواؤں سے لہراتے اونچے اونچے درختوں والے گھنے جنگل، چاندی رنگ پانیوں والی نغمہ بار آبشاریں، اجنبیوں کو پھول پیش کرتے ہوئے سرخ چہرہ نیلی آنکھوں والے پہاڑی بچوں کی بے ساختہ مسکراہٹیں۔ یہ سب منظر یاد کے پردوں پر لہرا رہے تھے۔اور اُدھر ہماری محبت کی ازلی نشانی قائداعظم یونیورسٹی تھی جس کے اپنے در و بام اور جس کی سرخ اور نیلے پھولوں سے لدی روشیں بانہیں کھولے ہمارا انتظار کر رہی تھیں،"۱۱

عبید سرمد کی نثر میں موضوع کی مناسبت سے شعروں کا امتزاج بھی ملتا ہے جس سے نثر کے لطف میں نہ صرف اضافہ ہو جاتا ہے بل کہ اس کی دل آویزی بھی بڑھ جاتی ہے۔کہیں کہیں پنجابی، اردو، انگریزی اور فارسی شاعری کا برمحل حوالہ طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔

ے منبر تے چڑھ وعظ گزاریں
اُچیاں بانگاں چاہنگاں ماریں
کیتا تینوں حرص خوار
علموں بس کریں اُو یار۱۲

ے انہی راستوں نے جن پر کبھی گامزن تھے دونوں
مجھے روک روک پوچھا تیرا ہمسفر کہاں ہے۱۳

"Whose rosy cheeks is reflecting
over the universe!
The face of beloved is blushing in
the colors of scented morning!"۱۴

ے برمزارِ ما غریباں نے چراغ نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد، نے صدائے بلبلے۱۵

نثر میں شاعری کا امتزاج کسی ایک صفحے کی بات نہیں ہے بل کہ سفر نامہ کے شروع سے اختتام تک جا بجا حوالہ نثر کے لطف میں اضافہ اور اس کی جاذبیت کو اور بھی دل کشی عطا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سفر نامہ میں منظر نگاری کا جادو جہاں اس سے نظریں ملانے والوں کو مبہوت کر دیتا ہے وہاں یادداشت میں ایسے نقش پختہ انداز میں اتار دیتا ہے کہ پھر اور کوئی منظر اور یاد قریب بھٹکنے بھی نہیں دیتا ہے۔ یہاں منظر نگاری بھی قارئین کو اپنے حلقۂ اثر میں لینے کا فریضہ سر انجام دیتی ہے کہ وہ رات اور دن کے خواب (Day Dreams) میں تمیز کرنا بھول جاتے ہیں۔ اسی تناظر میں چند درج ذیل اقتباس میرے الفاظ کی تائید کرے گا:

"وہ مسکراتے، صبح جیسے روشن چہرے، لمبی تھرتھراتی سیاہ پلکوں اور گلابی رخساروں کے یہ کنٹراسٹ والے چہرے۔۔۔ کبھی باہر نظاروں کو اور کبھی ایک دوسرے کی چمکتی انکھوں میں دھیمے سے مسکراتے ہوئے دیکھ لیتے جبکہ باہر سے نئے سورج کی نازک کرنیں ان کے چہرے پر پڑ رہی ہوتیں اور پھر وہ سر ہلاتے ہوئے آواز کے ساتھ آواز ملا کر گاتے: یہ ہریالی اور یہ راستہ۔۔۔"۱۶

اس نوع کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو جو فسوں کاری سے لبریز ہے:

"وہ جادو جو سر سبز کھیتوں میں گھری ندیوں پر پڑتی بارش کی پھواروں میں ہے، وہ جادو جو چاندرات میں سنار گاؤں کے قریب سے گزرتی میگھناندی کے چاند کو منعکس کرتے پانی کے نظارے میں ہے اور اس پانی میں سے گزرتی کشتی کھیتے ہوئے مانجھی کے نغمے میں ہے۔ وہ جادو جو کتابی چہروں والے سانولے محبوبوں کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ہے۔"۱۷

اس سفر نامہ کی انفرادیت یہی ہے کہ اس میں واقعات اور بیانیے کی جادو گری نے جہاں اسلوب میں جاذبیت پیدا کر دی ہے وہاں دل کش مناظر کے خوبصورت اظہاریے نے ایک ایسے مرقع کی شکل دے دی ہے جس کی دل آویزی ہر مرتبہ یہ تمام یاترا مکمل ہونے پر بچوں کی طرح مچل کر دوبارہ اس سفر نامے کی نادیدہ جہتوں کو دریافت کرنے کا بیڑا اٹھانے پر آمادہ کرتی دکھائی دیتی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.1 2024

حوالہ جات

۱۔احمد فراز، کلیاتِ احمد فراز، لاہور: ماورا پبلشرز، نومبر ۱۹۸۹ء، ص: ۴۹۰

۲۔نفیسہ حق، سفر نامہ : فن اور جواز، مشمولہ سہ ماہی، الزبیر، سفر نامہ بہاولپور، ص: ۳۶۔۳۷

۳۔انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ص: ۴۷

۴۔حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، ۲۰۱۸ء، ص: ۱۴۱

۵۔اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، دہلی: ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۰ء، ص: ۲۶۲۔۲۶۰

۶۔عبید سرمد، نیلے پربتوں کے اس پار، لاہور: سنگت پبلی کیشنز، ۲۰۲۳ء، ص: ۹۰۔۸۹

7. https://www.poetryfoundation.org/poems/the echoing-green

۸۔سیف الدین سیف، خمِ کاکل، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء، ص: ۴۹

۹۔ممتاز حسین، ادب اور شعور، کراچی: ادارہ نقدِ ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۵

۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی اصطلاحات کی توضیحی لغت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، اشاعت اوّل، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۴

۱۱۔عبید سرمد، نیلے پربتوں کے اس پار، ص: ۱۹۔۱۸

۱۲۔ایضاً، ص: ۲۴

۱۳۔ایضاً، ص: ۲۸

۱۴۔ایضاً، ص: ۸۳، ۸۴

۱۵۔ایضاً، ص: ۳۲

۱۶۔ایضاً، ص: ۶۳

۱۷۔ایضاً، ص: ۱۴۷